ایمان و وفا

عبدالغفار عزیز

والدہ مکہ کی بڑی تاجر اور انتہائی محترم خاتون تھیں اور والد سراپا صدق و اخلاص۔ گویا پورا گھرانہ نازونعم اور مکارم اخلاق کا حسین امتزاج تھا۔ چار بیٹیوں میں سب سے بڑی زینب، سنِ زواج کو پہنچیں تو کئی اچھے گھروں سے رشتے آنے لگے لیکن اللہ کو منظور نہ ہوا، معذرت ہوتی گئی۔ ایک روز ابوالعاص بن الربیع عرب روایات کے مطابق خود آئے اور درخواست پیش کی: أرید أن أتزوج زینب ابنتك الكبریٰ، ''میں آپ کی بڑی صاحبزادی زینب سے شادی کرنا چاہتا ہوں''۔ جواب ملا: لا أفعل حتی استأذنها، ''میں جب تک خود ان سے نہ پوچھ لوں کچھ نہیں کہہ سکتا''۔ یہ اس مبارک گھرانے کا ذکر ہے جسے خانۂ نبوت کا مقام حاصل ہونے والا تھا۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر جا کر بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ابن خالتك جاء نی وقد ذکر اسمك فهل ترضینه زوجاً لك؟ آپ کے خالہ زاد آئے ہیں اور آپ کا ذکر کررہے ہیں، کیا بطور شوہر وہ آپ کو قبول ہیں؟ حیا کی سرخی اور مسکراہٹ کی ہلکی سی لہر چہرے پر دوڑ گئی۔ آپؓ نے آنے والے کو ہاں کر دی۔

ابوالعاص بھی مکہ کے ایک کامیاب تاجر تھے۔ ہر موسم گرما و سرما میں ان کا تجارتی قافلہ شام کی طرف جایا کرتا تھا (رحلة الشتاء و الصیف)۔ ہر قافلے میں ۱۰۰ اُونٹ ہوتے اور ہر اُونٹ کے ساتھ دو ملازم۔ مکہ کے دیگر کئی لوگ بھی انھیں ہی اپنی رقوم دے دیا کرتے تھے کہ تجارت میں شریک کرلیں۔ ان کی خالہ خدیجہ بنت خویلدؓ کو ویسے بھی اپنے بھانجے سے خصوصی اُنس تھا، تجارتی اُمور پر بھی تبادلۂ خیال رہتا۔ اب چھوٹی بہن ہالہ بنت خویلد کے گھر سے یہ بندھن بھی بندھ گیا، تو وہ بھی بہت خوش ہوئیں۔ جلد ہی بیٹی کی رخصتی ہوگئی اور وجود میں آنے والا نیا کنبہ

خوش و خرم زندگی گزارنے لگا۔ چند برس بعد دونوں چھوٹی بیٹیوں رقیہ اور اُم کلثوم کے نکاح بھی چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوگئے، لیکن رخصتی نہ ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد ہی اس مبارک خانوادے کو نورِ نبوت سے نواز دیا گیا۔ ابوالعاص قافلہ لے کر گئے ہوئے تھے۔ سفر سے واپس آئے تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ مکہ داخل ہوتے ہی باپ دادا کے دین سے مختلف کسی نئے دین کی خبریں ملنے لگیں۔ گھر پہنچے تو پیار کرنے والی اہلیہ نے آغاز میں کچھ نہ بتایا۔ شوہر آرام کر چکا تو کہا: عندی لك خبر عظیم، میرے پاس آپ کے لیے ایک بڑی خوش خبری ہے۔ پھر جب تفصیل بتائی تو ابوالعاص قدرے ناراض ہوگئے، اور یہ کہتے ہوئے گھر سے جانے لگے کہ مجھے پہلے کیوں نہ بتایا۔ اہلیہ پیچھے لپکیں اور کہا: ''آپ تو خود جانتے ہیں کہ میرے والد صاحب صادق و امین ہیں، وہ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ انھوں نے جب ہمیں نبوت اور وحی کا بتایا تو ہم نے فوراً ان کی تصدیق کر دی۔ صرف میں ہی نہیں، امی بھی ایمان لے آئی ہیں۔ میری تینوں بہنیں، آپ کے پھوپھی زاد عثمان بن عفان، میرے چچا زاد علی ابن طالب اور آپ کے گہرے دوست ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہم جمیعا)، سب ایمان لے آئے ہیں۔ ابوالعاص نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا: لیکن میں اپنی قوم کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ لوگ کہیں گے کہ کفر بآبائه ارضاءً لزوجته، بیوی کو خوش کرنے کے لیے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا۔ بالآخر میاں بیوی کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ دونوں ایک دوسرے پر جبراً کوئی رائے مسلط نہیں کریں گے، افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

وقت گزرنے لگا۔ میاں بیوی کا تعلق مثالی تھا لیکن ایمان و عقیدے کی بات ہمیشہ ایک سوالیہ نشان رہتی۔ کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچانے کے تمام ہتھکنڈے آزمائے۔ ایک روز اپنی مجلس میں کہنے لگے: ''تم لوگوں نے محمد کی بیٹیاں بیاہ کر انھیں اس ذمہ داری سے فارغ کر رکھا ہے۔ اگر اس کی بیٹیوں کو طلاق دے کر باپ کے گھر بھیج دو تو یہی پریشانی اسے مصروف و مجبور کر دے گی''۔ سب کے چہرے کھل اُٹھے۔ اہل شر دوسروں کو دُکھ پہنچا کر اسی طرح خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ابولہب کے بیٹوں نے فوراً حضرت رقیہ اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دینے کا اعلان کر دیا۔ پھر وہ سب ابوالعاص کے پاس گئے اور کہا: ''اپنی بیوی کو طلاق دے کر باپ کے گھر بھیج دو، مکہ کی جس لڑکی کی طرف اشارہ کرو گے تم سے بیاہ دی جائے گی''۔ ابوالعاص نے

ایک انصاف پسند اور صاحبِ نخوت ہونے کی حیثیت سے جواب دیا: اس کا بھلا کیا قصور ہے، لا واللہ أنی لا أفارق صاحبتی: اللہ کی قسم میں اپنی شریکِ حیات کو طلاق نہیں دوں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منصف و دانا داماد کا یہ حسن سلوک ہمیشہ یاد رکھا۔

وقت گزرتا چلا گیا۔ آپؐ کو مکہ سے ہجرت کا حکم مل گیا۔ اس سے پہلے آپؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ حضرت عثمان بن عفانؓ کی زوجیت میں آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر چکی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے گزارش کی: اگر اللہ نے منع نہیں فرمایا اور اجازت ہے تو میں اپنے شوہر کے ساتھ ہی رُک جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: بالکل آپ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ رُک سکتی ہیں۔ تب تک حضرت زینبؓ کو پروردگار نے بیٹے (علی) اور بیٹی (اُمامہ) سے نوازا تھا۔

آپؐ کی ہجرت کے بعد چھوٹی بہن حضرت رقیہؓ اپنے شوہر حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ حبشہ سے مکہ واپس آئیں اور کچھ عرصے کے بعد دوسری بار شرفِ ہجرت حاصل کرتے ہوئے دونوں مدینہ چلے گئے۔ اب مکہ میں زینبؓ تھیں اور دونوں چھوٹی بہنیں اُم کلثومؓ اور فاطمہؓ تھیں۔ آں حضورؐ نے مدینہ سے حضرت زید بن حارثہؓ کو بھیجا اور وہ آپؐ کی دونوں چھوٹی صاحب زادیوں کو بھی مدینہ منورہ لے گئے۔ بنات مصطفیٰؐ میں سے صرف حضرت زینبؓ مکہ میں رہ گئیں۔ شوہر اور دونوں بچوں کا ساتھ کچھ غم ہلکا کرتا تھا کہ ایک اور بڑی آزمایش آن پڑی۔ میدان بدر میں نئی تاریخ رقم ہونے جارہی تھی۔ مکہ میں ایسا ماحول تھا کہ ہر اہم فرد کا لشکرِ کفار میں جانا ضروری قرار دے دیا گیا۔ ابوالعاص ایمان نہ لانے کے باوجود جنگ میں جانے کے لیے تیار نہ تھے، لیکن معاشرتی دباؤ کے سامنے جھک گئے اور لشکر کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت زینبؓ اعصاب شکن اندرونی جنگ کا شکار تھیں۔ محبت کرنے والا شوہر اور بچوں کا باپ، جان سے پیارے والد، رحمۃ للعالمینؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کے مدمقابل ہونے جارہا تھا۔ روتے روتے حضرت زینبؓ کے دل سے دُعا نکلی: اللھم أنی أخشی من یوم تشرق شمسه فییتم ولدی أو أفقد أبی، ’’پروردگار مجھے اس دن کا سورج طلوع ہونے کا ڈر ہے کہ جس روز میرے بچے یتیم ہوجائیں، یا میں سایۂ پدری سے محروم ہوجاؤں‘‘۔

معرکہ بدر ختم ہوا، قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا گرفتار کرلیے گئے۔ انھی اسیروں میں دامادِ نبی ابوالعاص بھی تھے، لیکن انصاف کا تقاضا تھا کہ اسے بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ

اور انھی کی طرح رکھا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو کمالِ حکمت وعدل پر مبنی جملہ فرمایا۔ ارشاد ہوا: واللّٰہ ما ذممناہ صھرًا، ''واللہ ہمیں بحیثیت داماد ان سے کوئی شکوہ نہیں''۔ اس جملے میں حسنِ سلوک کا اعتراف بھی ہے، لیکن کفار کے ساتھ آنے پر بن کہے، بہت کچھ کہہ بھی دیا گیا۔ پھر طے پایا کہ اہل مکہ اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر انھیں رہا کرواسکتے ہیں۔ ہر قیدی کے اہل خانہ نے فدیہ بھیج کر اپنے اسیر رہا کروانا شروع کر دیے۔ حضرت زینبؓ کے پاس ان کی سب سے قیمتی متاع شادی کے موقعے پر حضرت خدیجہؓ کا دیا ہوا قیمتی ہار تھا۔ یہ ہار خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا جو انھوں نے آں حضورؐ سے شادی کے موقع پر پہنا تھا۔ بیٹوں کی طرح عزیز بھانجے ابوالعاص کے ساتھ بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے ماں نے ممتا کی یہی نشانی پیش کر دی۔ مدینے میں اسیروں کے فدیے کی رقوم ومتاع دیکھتے دیکھتے اچانک اہلیہ اور صاحبزادی کی مشترک نشانی پر نگاہ پڑی تو دونوں کے ساتھ گزری ساری خوب صورت یادیں تازہ ہوگئیں۔ آنکھیں نم ہوگئیں، لیکن زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ آپؐ سربراہ ریاست ہی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ چاہتے تو خود کوئی فیصلہ صادر فرما سکتے تھے۔ لیکن آپؐ نے مشورے کے انداز میں صحابۂ کرام سے فرمایا: اِن زینب بعثت بھذا المال لافتداء أبی العاص، فإن رأیتم أن تطلقوا لھا أسیرھا وتردوا علیھا مالھا فافعلوا، ''زینب نے ابوالعاص کا فدیہ اپنی یہ متاع بھیجی ہے۔ اگر آپ حضرات چاہیں تو ان کا اسیر بھی رہا کر دیں اور ان کا ہار بھی انھیں واپس بھیج دیں''۔ سب نے بیک زبان کہا: کیوں نہیں یارسولؐ اللہ! کیوں نہیں۔ آں حضورؐ نے زوجہ مرحومہ اور بیٹی کی نشانی لوٹاتے ہوئے فرمایا: ابوالعاص! زینب سے کہو اسے احتیاط سے رکھا کرے۔

اب ایک اور بڑی سنگین وکڑی آزمایش کا سامنا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسیر داماد کو رہا کر کے گھر بھیج رہے ہیں اور رب ذوالجلال کی طرف سے حکم آجاتا ہے کہ اب کوئی مسلم خاتون کسی مشرک اور غیر مسلم کی بیوی نہیں رہ سکتی۔ آپؐ نے ابوالعاص کو ایک جانب لے جاتے ہوئے فرمایا: اِن اللّٰہ أمرنی أن أفرق بین مسلمۃ وکافر فھلا رددت اِلَیَّ أبنتی؟ ''اللہ نے مجھے مسلم خواتین اور کافر شوہروں میں علیحدگی کرنے کا حکم دیا ہے۔ میری بیٹی مجھے واپس دے دیں''۔ ابوالعاص نے بس اتنا جواب دیا: ٹھیک ہے۔

اسیر رہا ہو کر مکہ پہنچا۔ جان نچھاور کرنے والی اہلیہ نے اطلاع پا کر مکہ سے باہر آ کر شوہر کا استقبال کیا۔ ابوالعاص نے فوراً کہا۔ اِنی راحل، میں جارہا ہوں؟ کہاں؟ انھوں نے دریافت کیا۔نہیں، میں نہیں آپ لوگ جارہے ہیں۔ پھر آپ کا پیغام اور اللہ کا حکم سنایا تو چند لمحے کے لیے سناٹا طاری ہوگیا، لیکن ایمان محبت پر غالب رہا۔ حضرت زینبؓ نے حسین یادوں سے معمور گھر، چاہنے والا شوہر اور سب کو عزیز شہر مکہ چھوڑنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ ابوالعاص ابن الربیع نے اپنے چھوٹے بھائی عمرو بن الربیع سے کہا:'' زینب اور بچوں کو مکہ سے باہر چھوڑ آؤ، وہاں ان کے والد صاحب کے ارسال کردہ زید بن ثابت اور ساتھی انتظار کررہے ہیں۔ عمرو نے حضرت زینبؓ اور بچوں کو سواری پر بٹھایا۔ اپنی تیر کمان کمر سے سجائی اور دن دہاڑے مکہ سے چل نکلا۔ کفار مکہ کو میدان بدر میں لگنے والے کاری زخم ابھی تازہ تھے۔ اپنے جانی دشمن کی بیٹی اور نواسے نواسی کو یوں سکون سے جاتے دیکھا تو مشتعل ہوکر پیچھے دوڑے اور دونوں سواریوں کو جالیا۔ عمرو نے بھی با آواز بلند للکارا: خبردار! تم جانتے ہو میرے تیر کبھی خطا نہیں گئے۔ تم میں سے کوئی ہمارے قریب پھٹکا تو میرا تیر اپنی گردن میں پیوست پائے گا''۔ اتنی دیر میں ابوسفیان بھی پہنچ گیا اور مسئلے کی سنگینی بھانپ لی۔ دانا تو تھا ہی، عمرو بن الربیع کے قریب جا کر سرگوشی کی۔ بھتیجے! اپنے تیر سمیٹ رکھو، اصل میں غلطی تمھاری ہے۔ زینب بنت محمد کو یوں دن دہاڑے لے کر جانے کا مطلب ہے، تم زخمی قریش کو للکار رہے ہو۔ اگر اس ماحول میں ہم نے انھیں جانے دیا تو سارا عرب ہمیں بزدلی کا طعنہ دے گا۔ یوں کرو اب انھیں واپس گھر لے جاؤ۔ عرب کہیں گے قریش نے دشمن کی بیٹی کو روک لیا۔ چند روز بعد معاملہ ٹھنڈا ہوجائے تو رات کی تاریکی میں خاموشی سے لے کر نکل جاؤ۔ عمرو کو بھی بات سمجھ آ گئی۔ واپس چلے گئے اور پھر ایک رات اپنی سابقہ بھابھی اور بچوں کو لے کر مکہ سے نکلے اور مدینہ سے آئے ہوئے وفد کے سپرد کردیا۔ زینبؓ مدینہ پہنچیں تو چھوٹی بہن رقیہؓ اللہ کو پیاری ہوچکی تھی۔ ان کے شوہر حضرت عثمانؓ اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم سے ذوالنورین کا لقب پاچکے تھے۔ اب منجھلی بہن اُم کلثوم ان کے گھر میں آباد تھیں۔ سب سے چھوٹی بہن فاطمۃ الزہراؓ پہلے ہی سے حضرت علیؓ ابن طالب کے ہاں تھیں۔

بحکم الٰہی ہونے والی حضرت زینبؓ کی اس علیحدگی کو چھے طویل سال گزر گئے۔ ابوالعاص

اس دوران مکہ ہی میں رہے۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے اپنا تجارتی قافلہ لے کر شام کے لیے روانہ ہوئے۔ خرید وفروخت کرنے کے بعد مکہ واپسی کے لیے لوٹے تو راستہ وہی تھا، مدینہ کے قریب سے گزرتا ہوا۔ مسلم دستے نے مکہ جانے والا قافلہ روکنا چاہا کہ بدر و اُحد اور اَحزاب وحدیبیہ کے بعد دفاعی تقاضا تھا۔ قافلے کا سامان پکڑا گیا، ساتھ جانے والے ۱۷۰ ملازمین گرفتار ہوگئے، لیکن قافلے کا مالک ابوالعاص بچ نکلا اور رات کی تاریکی میں مدینہ داخل ہوگیا۔

اگلی صبح آپؐ نمازِ فجر کی امامت کروا رہے تھے۔ اتنے میں پیچھے سے نسوانی آواز گونجی: أیها الناس ج أنا زینب بنت محمد و قد أجرت ابالعاص فأجیروہ، ’’لوگو! میں زینب بنت محمد ہوں اور میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے، آپ بھی انھیں پناہ دے دیں‘‘۔ نماز ختم ہونے پر آپؐ نے پیچھے مُڑ کر پوچھا: هل سمعتم ما سمعت؟ جو کچھ میں نے سنا ہے کیا آپ نے بھی سنا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا: والذی نفسی بیده ما علمت بشيء من ذٰلك حتی سمعت ما سمعتموہ و أنه یجیر من المسلمین أدناهم، ’’اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجھے بھی اس پورے معاملے کا کچھ علم نہ تھا۔ میں نے بھی بس وہی سنا ہے جو آپ لوگوں نے سنا ہے اور دیکھو مسلمانوں میں سے کوئی ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے دے تو وہ سب کی طرف سے پناہ ہوتی ہے۔ پھر آپؐ گھر تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ’’بیٹی ابوالعاص کی مہمان داری کرو لیکن یاد رہے کہ آپ ان کے لیے حلال نہیں ہیں‘‘۔ پھر جو صحابہ ابوالعاص کا تجارتی قافلہ پکڑ کر لائے تھے، انھیں مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ’’آپ ان صاحب کو بخوبی جانتے ہیں۔ اگر آپ ان سے حُسنِ سلوک کرتے ہوئے ان کا سامان لوٹا دیں تو میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ لیکن اگر آپ واپس نہ کرنا چاہیں تو وہ اللہ کی طرف سے تمھیں عطا ہونے والا مالِ غنیمت ہے اور آپؐ لوگ اس کے حق دار ہیں۔ تمام صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم ان کا سامان انھیں لوٹاتے ہیں۔ پھر انھوں نے ابوالعاص سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: آپؐ قریش کے ایک انتہائی باعزت انسان ہیں۔ آپ رسول اکرمؐ کے چچازاد بھی ہیں اور ان کے داماد بھی، کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اسلام قبول کرلیں اور یہیں رہ جائیں؟ شرعی حکم کے مطابق یہ سارا مال بھی آپ کا ہوجائے گا۔ ابوالعاص نے جواب دیا: آپ نے مجھے بہت برا مشورہ دیا۔ کیا میں

اسلام کا آغاز ہی بدعہدی سے کروں۔ یہ کہتے ہوئے انھوں نے قافلہ تیار کیا اور مکہ روانہ ہوگئے۔

آں حضوؐر اور صحابہ کرامؓ کے حُسنِ سلوک سے متاثر ہوکر مکہ پہنچنے والا ابوالعاص اب ایک مختلف انسان تھا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر تمام تجارتی شرکا کو ان کا حصہ ادا کیا اور پھر اعلان کیا کہ اب، جب کہ مجھ پر آپ میں سے کسی کا کوئی حق باقی نہیں رہ گیا تو سن لو کہ أشھد أن لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ و أشھد أن محمدًا عبدہ و رسولہ۔ مجھے مدینہ میں اسی بات نے اسلام لانے سے منع کیا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ میں نے تمھارا مال ہڑپ کرنے کے لیے دین بدل لیا۔ یہ اعلان کرنے کے بعد وہ واپس مدینہ آئے اور دستِ نبوت پر اسلام سے سرفراز ہوگئے۔ آپؐ نے بھی ان کی عزت وتکریم کی اور سراپا ایمان و وفا حضرت زینبؓ کا گھر دوبارہ آباد ہوگیا۔

بنت رسول حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی یہ حیات طیبہ تقریباً ہر زبان میں لکھی گئی اور لکھی جارہی ہے لیکن آیئے دیکھیں ہمیں اس سے کیا کیا سبق ملتے ہیں:

● سب سے پہلے ایمان۔ حکم خداوندی ہر چیز پر مقدم ہے۔ زوجین میں بے پناہ محبت تھی لیکن جیسے ہی کفر وایمان مقابل آگئے تو فوراً پوچھا: یارسولؐ اللہ! کیا غیر مسلم شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہوں؟ تب اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا تھا اس لیے ساتھ رہیں اور ایمان کی بھی حفاظت کی۔ پھر جیسے ہی اللہ نے الگ ہونے کا حکم دیا تو سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کرگئیں۔

● غیر مسلم بھی انصاف اور حسن سلوک کرے تو اس کا اعتراف کرنا چاہیے۔ اہل مکہ کے کہنے پر ابوالعاص نے اہلیہ کو طلاق نہیں دی اور کہا کہ آخر اس کا کیا قصور ہے؟ آپؐ نے اس نیکی کو یاد رکھا۔ بدر کے بعد اور شام سے آتے ہوئے گرفتار ہونے پر انھیں بلامعاوضہ رہا کردیا۔ یہی حسنِ سلوک ان کے اسلام کا سبب بن گیا۔

● برادری اور معاشرے کے طعنوں کو قبولِ حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہیے۔ ابوالعاص عادل وزیرک تھے، لیکن یہ سوچ کر طویل عرصہ حق سے محروم رہے کہ معاشرہ کیا کہے گا۔

● آپؐ کو بیٹیوں کے معاملے میں بھی کئی دکھ جھیلنا پڑے۔ حضرت رقیہ اور اُم کلثوم کو طلاق مل گئی۔ بعد میں دونوں آپؐ کی حیات ہی میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ حضرت زینب کا گھر بھی چھے سال اُجڑا رہا۔ لیکن آپؐ نے کبھی کسی آزمایش پر رب ذوالجلال سے شکوہ نہ کیا۔

● جہاں غلط فہمی پیدا ہونے کا خدشہ ہو، وہاں ضرور وضاحت کر دینا چاہیے۔ حضرت زینبؓ نے ابوالعاصؓ کو پناہ دینے کا اعلان کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: واللہ مجھے اس بارے میں پہلے سے کچھ معلوم نہ تھا۔ شیطان یا منافقین فتنہ انگیزی کر سکتے تھے کہ باپ بیٹی نے پہلے ہی سے طے کیا ہوا تھا کہ یوں نماز میں اعلان کر دینا۔ ساتھیوں کے سامنے وضاحت کر دینے کے اس طرح کے کئی واقعات سے سیرت پاک معمور ہے۔

● آپؐ نے مساوات کا عملی نمونہ خود پیش کیا۔ داماد کے منصف و باوفا ہونے کا تو اظہار کیا: ماذممناہ صھراً، لیکن دوسرے قیدیوں ہی کے ساتھ رکھا اور دوسروں کے ساتھ ہی رہائی ہوئی۔ فدیے میں آیا ہوا ہار بھی اس لیے واپس کیا کہ وہ اُم المومنین اور حضرت زینبؓ کا تھا۔

● شام سے واپسی پر حضرت زینبؓ نے جو اپنے خالہ زاد اور بچوں کے والد کو پناہ دی تو آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ نبی کی صاحبزادی نے پناہ دے دی ہے، اس لیے وہ پناہ میں ہے۔ فرمایا: ''مسلمانوں میں سے کوئی ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے دے، تو وہ پناہ میں ہوتا ہے''۔ بیٹی کے دل میں بھی تکبر نہیں انکساری کے بیج بوئے۔

● مسلم بیوی اور کافر و مشرک شوہروں میں علیحدگی کا حکم آیا تو سب سے پہلے اپنی زینبؓ کی علیحدگی کروائی، حالانکہ جانتے تھے کہ داماد انتہائی خیال رکھنے والا ہے۔

● اپنا فیصلہ مسلط نہیں کیا بلکہ فرمایا: ''چاہو تو ان کا تجارتی سامان واپس کر دو اور نہ چاہو تو جنگ کے بغیر حاصل ہونے والا مال مالِ فے ہے اور تمھارے لیے جائز و حلال۔ اسی طرز تعامل نے تمام صحابہ، تمام کارکنان کو خود اپنے فیصلے کی حیثیت سے مرادِ نبویؐ کی تکمیل کا موقع دیا۔

● چھے سال کی طویل علیحدگی کے بعد بچوں کا والد آیا تھا، لیکن خدمت و مہمان داری سے آگے جو لکیر اللہ نے کھینچ دی تھی، کسی نے اس سے تجاوز نہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''بیٹی! ابوالعاص کی اچھی مہمان داری کرو لیکن یاد رہے کہ آپ ان کے لیے حلال نہیں ہیں''۔ اس آخری حصے میں کہ ''آپ ان کے لیے حلال نہیں ہیں'' ایک مسلم خاتون کے بلند مقام اور مرتبے کا بھی اظہار ہے کہ حالت کفر و شرک کے باعث یہ اس قابل نہیں کہ آپ اس کے لیے حلال ہو سکیں۔

● خواتین کو ایسا اعلیٰ مقام عطا کیا کہ نبیؐ بھی اپنی بیٹی کو ان کی مرضی کے بغیر نہیں بیاہ سکتا۔